رسائل و مسائل

خواتین کی تنظیم اور شریعت

کیا خواتین کی تنظیم قائم کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے؟ کیا رسول اکرمؐ اور دور خلفاءؓ میں ایسی کوئی تنظیم قائم ہوئی؟ خواتین کی تنظیم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

آپ کے سوالات سے خوشی ہوئی کہ اسلام کے لیے کام کرنے والی خواتین مسائل پر سنجیدگی سے غور بھی کرتی ہیں اور ان کی سوچنے اور غور کرنے کا رخ بھی صحیح ہے۔ آپ کا پہلا سوال تو عملی ہے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تربیت و اصلاح اور دینی صالح انقلاب کے لیے خواتین کی تنظیم کے بارے میں عام طور پر اس طرح کے سوالات اٹھا کر غلط فہمیاں اور نتیجتاً بددلی' دانستہ یا نادانستہ پھیلائی جاتی ہے۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ اس سلسلے میں ذہن بالکل صاف ہو۔ دوسرے دو سوال علمی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اصولی حقیقت ہمہ وقت سامنے رکھنی چاہیے اور اسلام پر ایمان و یقین رکھنے والا مرد ہو یا عورت' جب بھی اس کے سامنے عملی زندگی میں کچھ کرنے یا نہ کرنے' کسی کام کو اختیار کرنے یا ترک کرنے کا سوال ابھرے' تو اسے فوراً پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنا چاہیے کہ دور رسالتؐ میں اس کے لیے کیا ہدایات اور کیا نمونہ ملتا ہے؟ اختیار کرنے اور اپنانے کے لائق صرف وہی عمل اور وہی نظریہ ہے جس کی تائید قرآن و حدیث' اور رسولؐ کی عملی زندگی سے ہوتی ہو۔ عملی زندگی کا کوئی بھی انفرادی یا اجتماعی معاملہ ہو' مسلمان مرد اور عورت کے لیے ہرگز یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ قرآن و سنت اور رسول پاکؐ کی عملی زندگی سے بے نیاز ہو کر کوئی رویہ اختیار کرے۔ حالات کے تقاضے خواہ کچھ ہی ہوں' ماحول کا دباؤ جو بھی ہو' اس اصولی ہدایت پر مومن کے ذہن و فکر کی گرفت ہرگز کمزور نہ ہونا چاہیے۔

اس اصولی ہدایت اور حقیقت کے بعد اب ہم آپ کے پہلے سوال پر غور کرتے ہیں۔ دراصل انسانی تہذیب و تمدن کے مظاہر' سائنس اور ٹیکنالوجی اور اجتماعی اور جمہوری شعور میں برابر ارتقا ہو رہا ہے اور اجتماعی زندگی میں انضباط کا احساس برابر ترقی پذیر ہے' اس لیے دور حاضر کی بہت سی چیزوں کے لیے دور سعادت میں بعینہ مثال اور ہوبہو نمونہ ملنا مشکل ہی نہیں' ممکن بھی نہیں ہے۔ لیکن ملت اسلامیہ کے لیے چونکہ سرچشمہ ہدایت صرف قرآن و سنت اور دور رسالت کی عملی زندگی ہی

ہے، اس لیے شرح صدر کے ساتھ ہر مسئلہ میں اسی کی طرف رجوع کریں گے، اور فطری طور پر وہیں سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جو چیزیں اس وقت نہیں تھیں یا نہیں ہو سکتی تھیں، ان میں قرآن و سنت کی اصولی ہدایات و اشارات، اور دین و شریعت کی روح اور مزاج کو پیش نظر رکھ کر حتی الامکان وہ عمل اختیار کرنے کی کوشش کریں گے، جو زیادہ سے زیادہ قرآن و سنت کی ہدایات اور دین و شریعت کے منشا اور مزاج کے مطابق اور اس سے قریب تر ہو گا۔ اس طرح قرآن و سنت کو مرجع ہدایت سمجھ کر اس کی روشنی میں اپنی انفرادی یا اجتماعی زندگی میں جو لائحہ عمل ہم تجویز کریں گے، وہ دینی عمل ہو گا اور دین کا تقاضا سمجھ کر ہم اس پر عمل کریں گے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کی دینی حیثیت کے معاملے میں کسی شک اور شبہ میں پڑیں۔

خواتین کی تنظیم کے سلسلے میں آپ اس طرح غور کیجیے کہ دور رسالتؐ میں جو بھی خاتون اسلام لاتی تھی وہ قدرتی طور پر اس جماعت کی رکن اور ممبر بن جاتی تھی، جو نئی جماعت کافروں اور مشرکوں کے مقابلے میں وجود میں آ رہی تھی اور قدرتی طور پر یہ ابھرتی ہوئی جماعت منظم ہو رہی تھی۔ اس وقت خواتین کی تنظیم کا نہ سوال اٹھتا تھا نہ کوئی ضرورت داعی تھی، جس طرح کی آج ضرورت داعی ہے۔ آج آپ خواتین کی تنظیم کی بات کیوں سوچ رہی ہیں؟ اسی لیے کہ خواتین مل جل کر دین کا تعارف حاصل کریں، فطری انداز میں دین کی دعوت و تبلیغ کا منصبی فریضہ انجام دیں، اجتماعیت کا احساس پیدا کریں، معاشرے میں اصلاح اور سدھار کی مہم چلائیں اور خواتین کی قوت کو منظم کر کے سماج میں ایک صالح انقلاب لانے کا خوشگوار فریضہ انجام دیں۔ غور کیجیے، یہ سارے کام نہ صرف جائز بلکہ واجب اور مطلوب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ایمان لانے والی اور اسلامی جماعت کی ممبر بننے والی ہر خاتون یہ فرائض انجام دیتی تھی۔ یہ سارے کام براہ راست ایمان کا تقاضا اور مومن خاتون کی منصبی ذمہ داری ہے۔ اسی دینی ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دینے اور دین کے اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے خواتین کی تنظیم کی ضرورت ہے، اور یہ خالص دینی و شرعی ضرورت ہے۔

یہ ضرورت اس لیے سامنے آئی کہ عرصہ دراز سے مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی اپنی اس منصبی ذمہ داری کو فراموش کر دیا تھا، بلکہ دینی فرائض اور احکام سے ہی غفلت برتنے لگے تھے۔ بہت سی خواتین اور مرد تو ایسے ہیں، جو دین کے بنیادی عقائد اور بنیادی احکام ہی سے غافل اور ناواقف ہیں۔ اگر امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اپنے فرائض انجام دے رہی ہوتی اور امت میں ایک اصولی جماعت ہونے اور اصولی جماعت بن کر زندگی گزارنے کا احساس زندہ ہوتا تو خواتین کی تنظیم کی نہ ضرورت محسوس ہوتی اور نہ یہ سوال ہی اٹھتا۔ لیکن اس وقت جو صورت حال ہے اور غفلت، انتشار

اور دین سے بے تعلقی کی جو عام کیفیت پائی جارہی ہے، اس کیفیت میں خواتین کو ایک اصولی جماعت ہونے کا احساس دلانا، ایک اصولی جماعت کی حیثیت سے ان کو منظم کر کے دین سیکھنے سکھانے اور معاشرے میں اصلاح و انقلاب کے لیے کوشش کرنے کے کام میں لگانا اور منظم انداز میں اپنے منصبی فرائض کو انجام دینے کے لیے خواتین کی تنظیم کرنا، نہ صرف جائز اور مباح ہے، بلکہ ایک دینی اور شرعی ضرورت ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے: "اسلام بغیر جماعت نہیں اور جماعت بغیر امارت نہیں اور امارت بغیر اطاعت نہیں"۔ ظاہر ہے یہ ارشاد جس طرح مردوں کے حق میں صحیح ہے، ٹھیک اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی صحیح ہے۔ یہ نظام مطلوب ہے مگر آج یہ نظام بکھر چکا ہے۔ اب جو خواتین دوبارہ اس نظام کو قائم کرنے کے لیے کوشش کریں وہ قابل مبارک باد ہیں۔ دین کے تعارف و اشاعت، دین کی دعوت و حفاظت اور دین کو عملی زندگی میں جاری و ساری کرنے کی اجتماعی جدوجہد کے لیے خواتین کی جو تنظیم قائم کی جائے، وہ خالص دینی عمل ہے۔ خواتین کی ایسی اسلامی تنظیم میں منصبی فرائض انجام دینا، نظم کے تقاضے پورے کرنا، تجویز کردہ پروگرام اور لائحہ عمل پر عمل کرنا اور منصوبے کے مطابق علمی اور عملی کوششیں اور کاوشیں کرنا سراسر دینی فریضہ ہیں۔ اسی تصور کے ساتھ ان کاموں کو انجام دینا چاہیے۔ اشاعت دین اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں تزکیہ کے لیے تنظیم کے طے کردہ اہداف کو دل کی لگن اور ذوق و شوق کے ساتھ ادا کرنا اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہے اور اس میں غفلت و کوتاہی اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی ہے۔ خواتین کی دینی تنظیم کی یہی شرعی حیثیت ہے۔

(محمد یوسف اصلاحی)

دعوت و تبلیغ کے لیے عورت کا باہر نکلنا

اکثر بہنوں کو ان کے والدین دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتے اور دوسروں کے یہاں آنے جانے پر روک لگاتے ہیں۔ اب جو بہنیں دعوت و تبلیغ کا کام کرنا چاہتی ہیں تو وہ والدین کی مرضی کے خلاف ہوگا۔ ایسی صورت میں کیا دعوت کے لیے باہر نکلنا والدین کی نافرمانی قرار دیا جائے گا؟

موجودہ خراب ماحول میں جب کہ انسانی اخلاق بہت بگڑ چکے ہیں اور ہر طرف بے حیائی اور بے شرمی عام ہے۔ والدین کا اپنی بچیوں کی طرف سے فکرمند اور ہر جگہ آنے جانے پر روک لگانا فطری بھی ہے اور پسندیدہ بھی۔ والدین کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے سماج میں عزت و وقار کی زندگی گزاریں اور خاص طور پر بچیاں نیک نام اٹھیں اور والدین ہی بچیوں کے سب سے بڑے خیرخواہ ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں۔